جناب عبدالحی ابڑو، اسلام آباد

مصیبتوں اور پریشانیوں کا علاج

خوشیاں اور غم انسانی تخلیق کا حصہ ہیں۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے ؎

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

یہی وجہ ہے کہ انسان کی زندگی کے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے، وہ کبھی خوشی و مسرّت کے جذبات سے لبریز ہوتا ہے تو کبھی غم و اندوہ کے گھٹاٹوپ اندھیرے اس پر سایہ فگن ہوتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ مشقت اور تکلیف انسان کی تخلیق کے عمل میں ہی کارفرما رہے ہیں۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝ لیکن یہ مشقت عبث نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک بڑی حقیقت و غایت مضمر ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَۃً (ترجمہ) "اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر ہم تمہاری آزمائش کر رہے ہیں" ـــ یہ آزمائش کہ کون دونوں طرح کے حالات میں خالقِ کائنات کو پہچان کر اس کا مطیع و فرمانبردار رہتا ہے اور صبر و شکر کو اپنا شعار بناتا ہے اور کون اس کے برعکس عمل کرتا ہے۔

خوشی بھی اپنی جگہ ایک بڑی آزمائش ہے لیکن مصیبت اور غم کے مقابلے میں اور کسی بڑی آزمائش کا تصور شاید ممکن نہ ہو۔ اس مضمون میں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں مصائب و تکالیف کا مقابلہ کرنے اور ان کا علاج تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کا بیشتر مواد حافظ ابنِ قیمؒ کی "زاد المعاد" سے ماخوذ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جن پر جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں"۔

مسند احمد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی شخص اگر مصیبت سے دوچار ہو جائے اور یہ دعا کرے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا (ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے، یا اللہ! میری مصیبت میں مجھے پناہ دے اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما) تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں پناہ دے گا اور بہتر عوض عطا فرمائے گا۔

یہ دعائیہ کلمات مصیبت کا سب سے بہتر علاج ہیں اور دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ فائدہ بخش ہیں کیونکہ ان کی بنیاد دو عظیم اصول ہیں، اگر بندے کو ان کی معرفت حاصل ہو جائے تو مصیبت میں اسے اطمینان و سکون حاصل ہوگا۔

(۱) جو کچھ تمہارے پاس ہے سب خدا ہی کا ہے | یعنی یہ کہ بندہ خود، اس کے اہل و عیال اور اس کا مال سب کچھ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور اس کے پاس یہ جو کچھ بھی ہے محض مستعار ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ ان میں سے جب کسی چیز کو لے لیتا ہے تو حقیقت میں وہ اپنی ہی ملکیت کو بندے کے عارضی قبضہ سے واپس لیتا ہے۔

دراصل انسان دو طرح کی محرومیوں میں گھرا ہوا ہے۔ ایک اس نعمت کی موجودگی سے پہلے کی محرومی اور دوسری اس کے چھن جانے کے بعد کی محرومی۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ بندہ اس کا مالک کب تھا؟ اس کی یہ عارضی ملکیت صرف ایک محدود مدت تک کے لیے ہی تو تھی، نیز اسے اس پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ اس چیز کو وجود میں لانے کے لیے خود اس کا ذرہ برابر بھی عمل دخل نہیں ہے اور نہ ہی وہ اسے ہلاکت اور آفتوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

(۲) آخر کار اللہ کے پاس واپس جانا ہے | بندے کا مرجع و مصیر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کی طرف ہے اور دنیا کو چھوڑ کر منفرد حالت میں پروردگار کے سامنے پیش ہونا ایک یقینی امر ہے، بالکل اسی طرح جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے اہل و عیال اور مال و متاع کے بغیر تنہا پیدا کیا تھا۔ تب وہاں اس کا نہ کوئی خاندان ہوگا اور نہ اہل و عیال بلکہ وہاں تو صرف نیکیاں اور بدیاں لے کر حاضر ہوگا۔ جب بندے اور اس کے مال و ملکیت کی ابتداء اور انتہاء کی حقیقت یہ ہے تو پھر موجود پر خوشی و مسرت کیسی؟ اور مفقود و معدوم پر غم و افسوس کیوں؟ اس مرض کا علاج درحقیقت مبداء اور معاد کے بارے میں غور و فکر میں پنہاں ہے۔

مصیبت کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ اسے اس بات کا پورا پورا یقین ہونا چاہیئے کہ جو تکلیف پہنچی ہے وہ ٹلنے والی نہ تھی اور جو ٹل گئی وہ کبھی پہنچ نہیں سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُــوْرِۨ (ترجمہ) "کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اسے پیدا کرنے سے پہلے نوشتہ تقدیر میں لکھ نہ رکھا ہو، ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان کام ہے (یہ سب کچھ اس لیے ہے) تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہوا اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ، اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں" (سورۃ الحدید ۲۲، ۲۳)

اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ اگر وہ اپنی مصیبت میں غور و فکر کرے تو اسے احساس ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں اسے دے رکھی ہیں وہ اس مصیبت کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر ہی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اگر مصیبت

پر وہ صبر و رضامندی سے کام لے تو اجر کا جو بے پناہ ذخیرہ خدا تعالیٰ کے ہاں اس کے لیے محفوظ رہے گا وہ اس چیز کے چلے جانے سے کہیں بڑھ کر ہے، اگر خدا چاہتا تو اس مصیبت کو موجودہ شکل سے بڑی حالت میں لا سکتا تھا۔

اپنے غم پر دوسروں کا غم یاد کرنا اپنی مصیبت کو غمگینوں، زخم خوردہ اور مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھ کر ہلکا کرنا چاہیئے اور یقین رکھنا چاہیئے کہ ہر جگہ رنج و غم اور مشقت و تکلیف میں مبتلا لوگ موجود ہیں۔ بھلا دنیا میں ایسا بھی کوئی شخص ہے جو کسی نہ کسی پریشانی سے دوچار نہ ہو، خواہ یہ پریشانی کسی مرغوب و محبوب چیز کے چھن جانے کی ہو یا کسی مصیبت میں گرفتار ہونے کی۔ دیکھا جائے تو دنیا کی خوشیاں محض خواب ہیں یا ڈھل جانے والا سایہ، اگر کچھ دیر ہنساتی ہیں تو زیادہ دیر رُلاتی ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، "ہر خوشی کے بعد غم بھی ہے اور جس گھر میں خوشی آتی ہے غم بھی ضرور آئے گا۔"

ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: "کوئی ایسی ہنسی نہیں جس کے بعد رونا نہ ہو۔"

ہند بنت نعمان کہتی ہیں: ہم نے وہ دور بھی دیکھا جب ہم تمام لوگوں پر غالب اور طاقتور تھے، مگر پھر وہ زمانہ بھی آیا کہ ہم سے کمزور اور فروتر کوئی نہیں تھا۔ اللہ کا یہ اٹل قانون ہے کہ جس گھر کو خیر سے بھر دیتا ہے اس میں کبھی غبار بھی اڑا دیتا ہے۔ اسی خاندان کے زمانہ عروج کی بات ہے کہ ایک دن اس کی بہن حُرقہ بنت نعمان رو پڑی اور جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے جواب دیا "میں اس لیے نہیں رو رہی کہ کسی نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے بلکہ مجھے اس عیش و عشرت پر رونا آرہا ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ جو گھر بھی خوشی و شادمانی سے بھر جاتا ہے غم و حسرت بھی اس کے حصے میں ضرور آتی ہے۔

اس کا توڑ یہ بھی ہے کہ آدمی یقین کرے کہ جزع فزع اور واویلا مصیبت کو دور نہیں کر سکتا بلکہ اس میں اضافے کا ہی سبب بنتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں انسان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ صبر و تسلیم اور رضامندی کا ثواب ضائع نہ ہونے دے۔ نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ صبر کے بعد جو مسرّت و لذّت حاصل ہوگی وہ اس مصیبت سے کئی گنا زیادہ ہوگی اور صبر و استقامت کی راہ اپنانے پر جنّت میں بنا ہوا بیت الحمد اسے اپنے پروردگار کی حمد اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے سے عطا ہوگا۔ پس انسان خود ہی سوچ لے، کونسی مصیبت بڑی ہے آیا دنیا کی عارضی مصیبت یا جنّت کا بیت الحمد چھن جانے کی دائمی مصیبت اور ندامت و پریشانی؟

جامع ترمذی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت آئی ہے کہ قیامت کے روز لوگ جب مصیبت زدگان (کے صبر کے باعث) ان کا ثواب عظیم دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں ان کی کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی۔ (جس پر وہ صبر کرتے اور اس اجر کے مستحق ہوتے)

مصائب نعمتِ الٰہی کا سبب ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ بندے کو ہر مصیبت

کے بدلے میں انعام واکرام سے نوازتا ہے۔" نیز آپؐ کا ارشادِ گرامی ہے: "جسے اجر کی اُمید ہو اُسے مصیبت کے موقعہ پر تکلیف محسوس نہیں ہوگی۔"

بعض سلف سے یہ قول منقول ہے: "ہم پر اگر دُنیا میں مصائب نہ آتے تو ہم قیامت کے روز مفلس اور قلاش ہی اُٹھتے۔"

مسندِ احمد اور ترمذی میں حضرت محمود بن لبیدؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو دوست رکھتا ہے تو اسے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے، چنانچہ جو راضی رہا (یعنی اس نے صبر کیا) اُسی کے لیے اللہ کی رضا ہے، اور جو ناراض ہوا (صبر نہ کرسکا) اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے ــــ مسند احمد میں یہ اضافہ ہے، "جو جزع فزع کرے اس کے لیے جزع (واویلا) ہے۔"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالےٰ جب کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ بندہ اس پر راضی رہے۔"

اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ انسان دونوں لذتوں میں سے بڑی اور دائمی لذت کو ہمیشہ مدِنظر رکھے جن میں سے ایک تو خود اس نعمت سے لطف اندوز ہوتے رہنے کی لذت ہے، اور دوسرے اس کے چھن جانے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ملنے والے اجر و ثواب کی لذت۔ اگر اسے اس دوسری لذت کا پلڑا بھاری نظر آئے تو چاہیئے کہ وہ اسے اختیار کرے اور اس توفیق پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ اور اگر پہلی لذت کا پہلو اسے غالب نظر آئے تو پھر اسے جان لینا چاہیئے کہ اس کی عقل و دانش اور دین و ایمان کی مصیبت اسے پیش آنے والی عارضی مصیبت سے کہیں بڑھ کر ہے۔

مصیبت صبر اور ایمان کا امتحان ہے

بندے کو یہ جاننا چاہیئے کہ جس ذات نے اسے آزمائش میں ڈالا ہے وہ احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین ہے، اس نے مصیبت اس لیے نازل نہیں کی تاکہ بندے کو ہلاک کر ڈالے یا اسے عذاب میں مبتلا کر دے بلکہ اس کے نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بندے کے ایمان اور صبر و رضامندی کی آزمائش ہو اور اس کے ذریعے بندے کی عجز و انکساری اور آہ و زاری کے اظہار کو وہ سُننا چاہتا ہے اور اسے اس حال میں دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ ہر طرف سے نااُمید ہو کر اس کے دربار میں پڑا ہوا ہو اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ پوری توجہ سے اپنی تکلیف کی حکایات اس کے حضور پیش کر رہا ہو۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: "بیٹے! مصیبت تجھے ہلاک کرنے کے لیے نہیں آتی بلکہ تیرے صبر و ایمان کا امتحان لینے آتی ہے، بیٹے! تقدیر درندے کی مانند ہے اور درندہ مُردار کو نہیں کھاتا"۔ مطلب یہ ہے کہ مصیبت بندے کے لیے بھٹے (دھونکنی) کا کام دیتی ہے جو اسے صاف کر کے سونے سے کُندن بناتی ہے یا پھر سوائے راکھ کے کچھ نہیں رہنے دیتی، کسی نہ کسی بھٹے سے اسے بہرحال گذرنا ہے۔ اگر یہ دنیاوی بھٹے سے سرخرو ہو کر باہر نہ آیا تو پھر اس کیلئے ایک اور

بڑا بھٹہ جہنم کی صورت میں تیار رہے'' (خدا اس سے محفوظ رکھے)

اس کے علاج کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان کو سوچنا چاہیئے کہ یہ دنیاوی مصائب و تکالیف ہی ہیں جو اسے تکبر و فرعونیت اور شقاوت قلبی جیسے ان امراض کے لاحق ہونے سے بچاتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں ہر جگہ تباہی و بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں، اسلیئے یہ تو ارحم الراحمین کا کمال رحمت ہے کہ بعض اوقات وہ مصائب کی دوا استعمال کرا دیتا ہے جن کے باعث امراض سے تحفظ رہتا ہے اور عبدیت و بندگی کی صحت قائم رہتی ہے، نیز ناشکری و عدوان اور شرک وغیرہ کے فاسد مواد کا استفراغ جاری رہتا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو ابتلاء و آزمائش کے ذریعے رحم فرماتی ہے اور انعامات کے ذریعے آزمائش میں ڈال دیتی ہے۔ ؎

قد ینعم اللہ بالبلویٰ وان عظمت ویبتلی اللہ بعض القوم بالنعم

اگر اللہ تعالیٰ آزمائشوں اور مصیبتوں کے ذریعے بندوں کا علاج نہ فرماتے تو وہ سرکشی اور فساد و بغاوت کی راہیں اختیار کرتے۔ خدا تعالیٰ جب کسی بندے کو بھلائی سے نوازنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے ان مہلک بیماریوں کی ہلاکت خیزی کی مناسبت سے ابتلاء و آزمائش کی دوا پلا دیتے ہیں جسکے ذریعہ اس کی پاکیزگی اور صفائی ہو جاتی ہے اور جس کے بعد اسے دنیاوی مراتب میں سب سے بہتر مرتبہ یعنی ''عبودیت'' پر، اور اخروی اجر و ثواب میں سب سے بلند اجر یعنی ''خدا تعالیٰ کی زیارت اور قربت'' کے مرتبے پر فائز کر دیا جاتا ہے۔

دنیا کا دکھ آخرت کا ثمر شیریں آدمی کو یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ دنیا کا دکھ ہی ہے جسے اللہ تعالیٰ آخرت میں ثمر شیریں کی شکل میں اسے عطا کرے گا۔ اس بات کی وضاحت اس حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے، آپؐ کا ارشاد گرامی ہے، حُفّتِ الجنۃ بالمکارہ وحُفّتِ النّارُ بالشّھواتِ ''یعنی جنت کے ارد گرد مصائب و شدائد کی باڑ لگائی گئی ہے جبکہ دوزخ کے ارد گرد مرغوبات (خواہشات نفس) کی باڑ لگائی گئی ہے۔

ان تمام حقائق کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ ختم ہو جانے والی عارضی لذت کو ہمیشہ رہنے والی لافانی لذتوں کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں اور تھوڑی دیر کی تلخی کو لازوال حلاوت کے حصول کے لیے اور وقتی آزمائش کو ہمیشہ کے آرام و آسائش کی خاطر برداشت نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ہر جگہ خسارے میں رہتے ہیں۔

ہمیں اپنے آپ کو ان انعامات کے بارے میں غور و فکر کی عادت ڈالنی چاہیئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبردار بندوں اور مقربین کے لیے دائمی راحت وعیش، سعادت ابدی اور عظیم کامیابی کی صورت میں تیار کر رکھے ہیں۔ نیز اس ذلت، عذاب اور دائمی حسرتوں کو بھی ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیئے جو اہل باطل اور نافرمانوں کے لیے اس نے تیار کر رکھی ہیں۔ پھر انتخاب کرنا چاہیئے کہ کونسی صورت ہمارے لیے زیادہ مناسب ہے۔ بہرحال ہر آدمی اپنے طریقے پر چل رہا ہے اور ہر کوئی اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔